# قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین
# کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
ترتیب وتدوین: سید برہان علی ۔ حافظ محمد زاہد

## سُورۂ یٰسٓ

اس سورۂ مبارکہ سے ہر مسلمان کو قلبی اُنس ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ نبی اکرمﷺ نے اِس کو قرآن مجید کا قلب قرار دیا ہے۔ اس کو پڑھتے اور سنتے ہوئے حقیقتاً ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے دھڑکتا ہوا دل ہو۔ اس کا اپنا ایک اسلوب ہے —— جگانے اور ہوش میں لانے والا انداز۔ غالباً یہی سبب ہے کہ جان کنی کے عالم میں حضورﷺ نے یہ سورۃ پڑھ کر سنانے کی تلقین فرمائی ہے‘ جس کا ایک فوری فائدہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس عالمِ فانی سے منتقلی کے وقت ایمانی کیفیات واحساسات اگر دبے ہوئے ہیں تو وہ بیدار ہو جائیں اور مرنے والا ایک زندہ اور متحرک ایمان لے کر دوسرے عالم میں داخل ہو۔

’’یٰسٓ‘‘ حروف مقطعات سے اس سورہ کا آغاز ہو رہا ہے۔ ’’یٰسٓ‘‘ کے بارے میں گمان ہے کہ یہ نبی کریمﷺ سے خطاب ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ حضورﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسلوبِ بیان اس کی تائید بھی کر رہا ہے:

﴿یٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ③ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ④ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥﴾

’’یٰسٓ‘ قسم ہے اِس قرآن کی جو حکمت والا ہے‘ کہ یقیناً آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ سیدھی راہ پر گامزن ہیں۔ اِس قرآن کا نزول اُس ذات کی طرف سے ہے جو زبردست اور رحیم ہے (یہ آپ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے) تاکہ آپ خبردار کریں اُس قوم کو جن کے آباء واَجداد کو خبردار نہیں کیا گیا‘ سو وہ بے خبر ہیں۔‘‘

یہ اشارہ ہے بنی اسمٰعیل کی جانب کہ جن میں بوجوہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ایک عرصے تک بند رہا۔ گویا اہل عرب کہ جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں‘ ان کے حق میں ایک کلمہ کہا جا رہا ہے کہ اُن کی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ

تقریباً ۲۵۰۰ برس کے دوران کوئی نبوّت یا کوئی رسالت اس قوم میں نہیں رہی‘ کہ ان کو خبردار کیا جاتا اور غفلت سے بیدار کیا جاتا۔ یہ غفلت اس انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ اب جبکہ ان کے سامنے دعوتِ حق آ گئی ہے تو یہ اس کا انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگلی آیات میں ارشاد ہے:

’’البتہ ثابت ہو گیا اللہ کا قول ان کی اکثریت پر (یعنی یہ لوگ قانونِ الٰہی کی زد میں آ گئے) اور اب یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے پڑے ہوئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کے سر اوندھے ہو گئے ہیں۔ (یہ اُن کے تکبّر کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے کہ گردنوں میں طوق پڑے ہونے کی وجہ سے وہ تن گئی ہیں اور سر اکڑ گئے ہیں) اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی ہے‘ پھر ہم نے ان کو پوری طرح ڈھانپ دیا ہے‘ پس اب یہ دیکھنے والے نہیں ہیں۔ ان کے لیے برابر ہے خواہ آپ ان کو خبردار کریں یا نہ کریں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ البتہ آپ خبردار کر سکتے ہیں اُن کو جو اتباع کریں اس ذکر کا (یعنی جو قرآن نازل کیا گیا ہے اس کو سمجھیں اور اس کی پیروی کریں) اور بن دیکھے رحمٰن کی خشیت دل میں رکھیں۔ ایسے لوگوں کو خوشخبری سنائیں مغفرت کی اور باعزت اجر کی۔‘‘ (آیات ۶‘۱۱)

دوسرے رکوع میں اُس بستی کا ذکر ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو رسول بھیجے‘ جن کی تکذیب کی گئی‘ پھر اللہ نے تیسرا رسول بھیجا۔ لیکن ان سے کہا گیا :

﴿مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝۱۵﴾

’’تم تو ہم جیسے ہی بشر ہو (اس لیے ہم تمہیں رسول نہیں مانتے) اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا‘ تم محض جھوٹ بولتے ہو۔‘‘

آگے فرمایا گیا کہ:

’’ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور اُس نے اپنی قوم کو تلقین کی‘ کہ رسولوں کا کہنا مانو اور ان کا اتباع کرو جو تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کر رہے ہیں اور خود ہدایت یافتہ ہیں۔ اور کیا ہے مجھے کہ میں اُس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا کسی اور کو الٰہ بنا لوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو مجھے ان کی سفارش کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔‘‘ (آیات ۱۹ تا ۲۳)

یہ ایک اچھا خاصا خطبہ ہے جو ان صاحب نے دیا اور آخر میں فیصلہ کن انداز میں کہا:

’’سن رکھو کہ میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا۔ (یہ بات اس قوم پر اتنی گراں گزری کہ فوراً اس شخص کو شہید کر دیا گیا) اس شخص سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں! (یہ الفاظ دل پر نقش ہو جانے چاہئیں کہ شہادت کی حقیقت یہ ہے کہ اِدھر آنکھ بند ہوئی اور اُدھر جنت میں کھل گئی۔ فوراً ہی جنت میں داخلے کا پروانہ مل جاتا ہے) اس نے کہا کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ کس طرح میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں بنا دیا۔‘‘

سورۂ یٰسین اور سورۃ السجدہ کا معاملہ یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں مضامین اتنے گتھے ہوئے ہیں اور ان

کا آہنگ اور بہاؤ (flow) اتنا تیز ہے کہ ان میں سے کوئی چیز منتخب کر کے علیحدہ نکال کر بیان کرنا بہت مشکل کام ہے' چنانچہ پوری سورۃ مکمل طور پر بیان ہونی چاہیے۔ البتہ پانچویں رکوع کی ایک آیت نبی اکرم ﷺ کی شان میں بایں الفاظ آئی ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''اور ہم نے ان کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ ان کے شایانِ شان ہے۔ یہ تو خالص نصیحت ہے اور واضح قرآن''۔ اسی طرح کا مضمون سورۃ الشعراء میں بھی آ چکا ہے کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ ہمارے نبی ﷺ شاعر ہیں تو یہ بالکل خام خیالی ہے۔ شاعروں کا کردار اس سورۃ میں کھول دیا گیا تھا۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہم نے ان کو شعر سکھایا ہی نہیں۔ عرب میں شاعری کو بڑا بلند مقام حاصل تھا اور یہ بات اچھی نہیں سمجھی جاتی تھی کہ کوئی شخص شاعر نہ ہو' جبکہ نبی اکرم ﷺ کی طبیعت مبارکہ کو شعر سے کوئی مناسبت تھی ہی نہیں۔ اگر کبھی آپ کوئی شعر پڑھتے بھی تو اس میں کوئی غلطی ضرور ہو جاتی تھی۔ تو یہاں فرمایا گیا کہ ہم نے انہیں شعر سکھایا ہی نہیں' یہ ان کے شایانِ شان ہی نہیں ہے۔ یہ تو قرآن مبین ہے اور ذکر و یاددہانی ہے۔ اس قرآن کے دو ہی نتیجے نکلتے ہیں کہ جو زندہ ہیں' جن کی روح ابھی اُن کے قلب میں دفن نہیں ہوئی' خبردار اور ہوشیار ہو جائیں اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔ (آیات ۶۹ تا ۷۰)

سورۃ کے آخر میں انسان کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کیا یہ دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اس کو منی کی ایک بوند سے پیدا کیا' پھر وہ کھلم کھلا جھگڑالو بن گیا (ہم سے جھگڑتا اور حجت بازی کرتا ہے' ہماری کتاب کو رد کرتا ہے اور ہمارے رسول کا استہزا کرتا ہے) ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے کہ اس کی خلقت کیسے ہوئی اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ بڑے دھڑلے سے کہتا ہے کہ جب ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو کون ان کو زندہ کرے گا؟ اے نبی ﷺ کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا تھا۔ وہ تو ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی پھر تم اس سے (اور آگ) سلگا لیتے ہو۔ کیا جس ہستی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اس جیسی کائنات دوبارہ پیدا کر دے؟ کیوں نہیں' یقیناً وہ ماہر خلاق ہے۔ وہ تو جب کسی چیز (کے پیدا کرنے) کا ارادہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ (آیات ۷۷ تا ۸۳)

## سورۃ الصّٰفّٰت

یہ سورۂ مبارکہ بھی پانچ رکوعوں پر مشتمل ہے' لیکن اس میں آیات چھوٹی ہیں اور روانی بہت تیز ہے۔ سورۂ یٰسین کے بھی پانچ رکوع ہیں اور اس میں ۸۳ آیات ہیں جبکہ اس سورۂ مبارکہ کے پانچ رکوعوں میں ۱۸۲ آیات ہیں۔ سورۃ کا آغاز فرشتوں کی قسموں سے ہو رہا ہے' جس کا اصل مفاد گواہی ہے۔ فرمایا:

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝﴾

''قسم ہے اُن فرشتوں کی جو صفیں باندھے حاضر رہتے ہیں' اور جو جھڑکتے ہیں جیسا کہ جھڑکنے کا حق ہے

(یعنی اُن کے ذریعے سے عذاب نازل کیا جاتا ہے) اور جو ذکر کی تلاوت کرتے رہتے ہیں (اُن سب کو گواہ کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ) تمہارا معبود بس ایک ہی ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا رب ہے اور رب ہے مشرقوں کا۔"

اگلی آیات میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ شیاطین کو اتنی قدرت نہیں دی گئی کہ وہ فرشتوں کی مجلس میں پہنچ کر کوئی وحی الٰہی کی بات سن پائیں۔ وہ آسمان کے کسی بھی کونے سے اُن کی مجلس کے قریب جانے کی کوشش کرتے ہیں تو فرشتے ان کو دھکے مار کر بھگا دیتے ہیں۔ اگر کوئی شیطان جن ایک آدھ بات اس بھاگ دوڑ میں سن لیتا ہے تو فرشتے شہابِ ثاقب کے ساتھ اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ (آیات ۶ تا ۱۰)

آیت ۳۶ میں رسالت کا ذکر ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾﴾ "اور وہ لوگ (استہزائیہ انداز میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم چھوڑ دیں اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانے کے کہنے پر"۔ اس کے جواب میں فرمایا: ﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾﴾ "(حقیقت یہ ہے کہ) وہ حق لے کر آیا ہے اور اس نے تمام رسولوں (اور ان کی تعلیمات) کی تصدیق کی ہے۔"

اگلی آیات میں منکرین کے انجام کا تذکرہ ہے کہ یاد رکھو تم اپنے انکار کی پاداش میں ایک دردناک عذاب کا مزا ضرور چکھو گے اور تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو اللہ نے اپنے لیے خالص کر لیا ہے۔ (آیات ۳۸۔۴۰) اس سورۃ میں اس آیت ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۝﴾ کی تکرار ہے۔

تیسرے رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر ذکر کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کچھ تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریباً ساری زندگی امتحانات میں ہی گزری۔ اپنی برادری کو بتوں کی عبادت سے منع کیا وہ منع نہ ہوئے تو صنم خانے میں جا کر ان کے سارے بتوں کو توڑ دیا۔ قوم نے آگ میں ڈالا تو بلا تامل کود پڑے۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　　عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اس کے بعد خاص طور پر سب سے زیادہ سخت امتحان کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ بڑھاپے میں ۸۷ برس کی عمر میں حضرت اسمٰعیل کی صورت میں اولاد عطا ہوئی اور سو برس کی عمر میں اس اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔

آتشِ نمرود سے صحیح و سلامت نکل آنے کے بعد جب ہجرت کا حکم ہوا تو فرمایا: ﴿اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾﴾ "میں اپنے رب کی طرف جا تا ہوں (یہ ہجرت کے لیے استعارہ ہے) وہ مجھے راستہ دے گا"۔ نہ سفری وسائل ہیں، نہ کسی چیز کا پتا ہے، نہ راستوں سے آگاہی ہے، کہاں جانا ہے، کہاں ٹھکانا ہو گا کچھ پتا نہیں۔ اب دل کی گہرائیوں سے یہ دعا ہو رہی ہے: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾﴾ "اے ربّ مجھے کوئی نیک بیٹا عطا فرما"۔ آگے ارشاد ہوا: تو ہم نے ان کو ایک بہت حلیم الطبع لڑکے کی بشارت دی۔ (قرآن حکیم میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں ہمیشہ "حلیم" اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بارے میں "علیم" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں) تو جب وہ والد کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے کے قابل ہوئے تو ان سے کہا کہ بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اس حلیم الطبع بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان کر گزریے

جس کا آپ کو حکم ہو رہا ہے' آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہ ہے اسلام کی حقیقت کہ اللہ کے ہر حکم کے آگے سر کو جھکا دینا۔ یہ اس قدر سخت اور کڑا امتحان تھا کہ ممتحن (اللہ تعالیٰ) خود پکار اُٹھا کہ واقعی یہ بڑا سخت امتحان تھا: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾ ''بے شک یہ صریح (سخت) امتحان ہے۔'' (آیات ۷۵۔۱۱۱)

اس کے بعد انبیاء کرام کے ناموں کا ایک گلدستہ ہے' یعنی حضرات اسحٰق' یعقوب' موسیٰ' ہارون' الیاس' لوط اور یونس (علیہم السلام) کا ذکر آیا ہے۔ ہر ایک کے بارے میں دو دو تین تین آیات آئی ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی آخری آیات فلسفۂ رسالت کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ رسالت کے منصب پر فائز کیے جانے والے اپنے بندوں کے بارے میں ارشاد ہوا:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾

''اور بے شک طے شدہ ہے ہمارا قانون اپنے ان بندوں کے بارے میں جو رسول ہیں' کہ لازماً ان کی مدد کی جائے گی' اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔''

نبوّت اور رسالت کے مابین ایک فرق متفق علیہ ہے کہ نبوت عام ہے اور رسالت خاص۔ ہر نبی رسول نہیں ہوتا لیکن ہر رسول لازماً نبی ہوتا ہے۔ تو رسولوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ان کی مدد ہو کر رہے گی اور وہ کبھی مغلوب نہیں ہوں گے۔

آخری تین آیات بڑی پیاری اور جامع ہیں جو اکثر لوگوں کو یاد ہوں گی:

﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

''پاک ہے تیرا رب جو عزت اور اختیار والا ہے ان تمام چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں (جو گھٹیا تصوّرات انہوں نے اللہ کی ذات سے وابستہ کر لیے ہیں اللہ ان سے پاک ہے)۔ اور سلام ہو تمام رسولوں پر' اور کُل حمد و ثنا اُس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔''

## سورۂ صٓ

یہ سورۂ مبارکہ ان تین سورتوں میں سے ایک ہے جن کا آغاز صرف ایک حرفِ مقطعہ سے ہوتا ہے: صٓ' قٓ اور نٓ۔ یہ بات نوٹ کر لیں کہ پورے قرآن مجید میں ایک حرف کو کہیں آیت نہیں بنایا گیا۔ دورِ نبوت کی ابتدا میں محمدٌ رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر جب سردارانِ قریش میں کھلبلی مچی ہوئی تھی' ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ آغاز میں فرمایا: قرآن کی قسم جو ذکر' نصیحت اور یاددہانی سے بھرا ہوا ہے' کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ غرور اور گھمنڈ میں ہیں اور ان میں عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے کتنوں کو ہلاک و برباد کیا پھر وہ پکارنے لگے اور ان کے پاس نجات کا وقت نہ رہا۔ انہیں اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ان

کے پاس انہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آیا ہے جس کو یہ منکرین ساحر اور جھوٹا کہنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ وہ ان کو ایک اللہ واحد کی دعوت دیتا ہے تو یہ اس کو بڑی تعجب والی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں چلو چلو اپنے معبودوں پر ڈٹے اور جمے رہو یقیناً اس کے پیچھے کوئی مقصد ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے ایسی باتیں نہیں سنیں' یہ یقیناً کوئی مقصد رکھتے ہیں اور اپنا غلبہ چاہتے ہیں اور گھڑی ہوئی باتیں پیش کر رہے ہیں۔(آیات ۱۔۷)

دوسرے رکوع میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تفصیل سے تذکرہ ہے اور خاص طور پر ان کے ایک فیصلے کا ذکر ہے۔فرمایا:

''اور کیا پہنچی ہے آپ کو خبر اُن دعوے والوں کی جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے تھے۔ جب وہ داؤد کے سامنے ہوئے تو وہ ان سے گھبرایا۔ وہ بولے آپ گھبرائیے مت! ہم تو دو فریقِ مقدمہ ہیں' ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ فیصلہ کر دیں ہمارے درمیان حق کے ساتھ اور بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجیے۔ یہ میرا بھائی ہے' اس کی ۹۹ دنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی اور یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک دنبی بھی مجھے دے دو اور زبردستی کرتا ہے مجھ پر۔ آپ نے فرمایا: یہ واقعتاً ناانصافی کرتا ہے تجھ سے تیری دنبی مانگ کر۔'' (آیات ۲۱۔۲۴)

بعد ازاں حضرات سلیمان اور ایوب (علیہما السلام) کا مختصراً ذکر ہوا ہے۔ پانچویں رکوع میں قصہ آدم و ابلیس بیان ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں اس مقام پر یہ واقعہ ساتویں اور آخری بار آیا ہے۔ یہاں پر شیطان کا قول نقل ہوا ہے: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝﴾ ''میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے (تو پھر میں اس کو کیوں سجدہ کروں)''۔ یہ تھا وہ غرور اور تکبر جو آدم کو سجدہ کرنے میں مانع ہوا۔ پھر اس نے دھمکی دی اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہ میں ان سب کو گمراہ کر کے رہوں گا سوائے ان بندوں کے جن کو تو نے خالص کر لیا ہے اپنے لیے۔ ان پر میرا کوئی داؤ نہیں چلے گا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے اور میں تو حق ہی کہتا ہوں کہ میں بھی جہنم کو بھر کر رہوں گا تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے۔'' (آیات ۷۲۔۸۵)

آخری آیات میں نبی اکرم ﷺ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی اُجرت طلب نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی میں بناوٹ اور تکلّف و تصنّع والا انسان ہوں۔ میری زندگی تمہارے سامنے ہے۔ اور یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جو خبریں اس میں دی جا رہی ہیں وہ سب حق ہیں۔ (آیات ۸۶۔۸۸)

❁❁❁

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا